© rasailojaraid.com

جناب ابو سلمان شاہجہانپوری

مولانا آزادؒ — ایک طبیب

مولانا ابو الکلام آزادؒ کی شخصیت کے اس پہلو سے عام طور پر لوگ واقف نہیں ہیں کہ وہ "طبیب" بھی تھے اور فن طب کی انہوں نے باقاعدہ تحصیل کی تھی۔

اب تو اس بات کی ضرورت نہیں سمجھی جاتی لیکن ایک زمانہ تھا کہ تکمیل کے لیے فن طب کی تحصیل لازمی تھی، اس کے بغیر کوئی شخص فارغ التحصیل نہیں سمجھا جاتا تھا۔ اسی خیال سے مولانا آزادؒ کے والد مولوی خیرالدین نے اپنے دونوں بیٹوں، ابو النصر غلام یٰسین آہ اور مولانا آزاد کو طب کی تعلیم دلائی تھی۔

مولانا عبدالرزاق ملیح آبادی مرحوم کی روایت کے مطابق مولانا فرماتے ہیں:

"والد مرحوم کو طب سے ذوق تھا، انہوں نے اوائل عمر میں بہت عمدہ طور پر طب پر توجہ کی تھی اور خلق اللہ سے علائق رکھنے کی وجہ سے ہمیشہ کچھ نہ کچھ اس کا علمی سلسلہ بھی جاری رہتا تھا، وہ اپنے خاص علاقہ رکھنے والے لوگوں کو علاج میں مشورہ دے دیا کرتے تھے۔ محض تکمیل کے خیال سے انہوں نے ہم لوگوں کو طب بھی پڑھانا شروع کی۔ سدیدی تک خود ان سے پڑھی اور اس کے بعد حکیم سید باقر حسین سے جو اطراف اودھ کے ایک اچھے مستند طبیب تھے اور مطب سے زیادہ علمی ذوق رکھتے تھے۔"

حکیم صاحب موصوف سے ملاقات کی تقریب یہ ہوئی کہ ان میں اور حکیم محمد سجاد سوہانی مرحوم میں، جو کلکتہ کے نامی طبیب تھے، قانون کی ایک عبارت کے متعلق اختلاف پیدا ہو گیا۔ وہ دونوں مولانا کے والد مرحوم کے پاس آئے، کیونکہ فریقین نے آپس میں یہ بات طے کر لی تھی کہ وہ جو فیصلہ کریں، دونوں تسلیم کر لیں گے۔ اس مقدمے کا فیصلہ حکیم باقر حسین کے حق میں ہوا۔ مولانا کے والد پر ان کی فنی معلومات کا اچھا اثر پڑا۔ اسی تاثر کی بنا پر انہوں نے اپنے بیٹوں کو حکم دیا کہ وہ حکیم صاحب سے درس لیا کریں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

چنانچہ دونوں بھائیوں نے ان سے پڑھنا شروع کیا۔ یہ سلسلہ سات آٹھ ماہ تک جاری رہا۔ اس کے بعد حکیم صاحب اپنے وطن چلے گئے اور مولانا آزاد اور ان کے بھائی کی تعلیم کا یہ سلسلہ منقطع ہو گیا۔

نواب صدر یار جنگ بہادر مولانا حبیب الرحمٰن خاںؒ شروانی کے نام ایک خط سے تحصیلِ طب کے زمانے کا تعین بھی ہو جاتا ہے۔ مولانا لکھتے ہیں:

"۱۹۰۳ء میں کہ عمر کا پندرھواں سال شروع ہوا تھا، میں درس نظامیہ کی تعلیم سے فارغ ہو چکا تھا اور والد مرحوم کے ایماء سے چند مزید کتابیں بھی نکال لی تھیں۔ چونکہ تعلیم کے باب میں قدیم خیال یہ تھا کہ جب تک پڑھا ہوا پڑھایا نہ جائے، استعداد پختہ نہیں ہوتی اس لیے فاتحہ فراغ کی مجلس ہی میں طلبہ کا ایک حلقہ میرے سپرد کر دیا گیا اور ان کے مصارف قیام کے والد مرحوم کفیل ہو گئے۔ میں نے تکمیلِ فنون کے لیے طب شروع کر دی تھی، خود قانون پڑھتا تھا اور طلبہ کو مطول، میر زاہد اور ہدایہ کا درس دیتا تھا۔"

مولانا آزاد اگرچہ طب کی تکمیل نہیں کر سکے لیکن ان کے ذوقِ مطالعہ اور خداداد ذہانت نے ان کی تعلیم کی کمی پوری کر دی تھی۔ طبِ قدیم و جدید کے متعلق ان کی معلومات نہایت وسیع تھیں، انہیں اس فن پر اس درجہ عبور حاصل ہو گیا تھا کہ اصحابِ تخصّص کی طرح گفتگو کرتے تھے اور اپنی معلومات سے علمائے فن کو حیرت میں ڈال دیتے تھے۔ چراغ حسن حسرت مرحوم نے پٹنہ میں طبی کانفرنس کا ایک واقعہ لکھا ہے۔ یہ کانفرنس حکیم اجمل خاں مرحوم کی صدارت میں ۱۹۱۵ء میں بڑی دھوم دھام سے ہوئی تھی، مولانا آزاد بھی اتفاق سے وہیں موجود تھے۔ بعض طبیبوں نے ان سے استدعا کی کہ آپ کانفرنس میں طب یونانی کے متعلق چند کلمات کہہ دیجیے۔ حکیم اجمل خاں نے بھی سفارش کی۔

حسرت مرحوم لکھتے ہیں:

"مولانا تقریر کرنے کھڑے ہوئے تو پورے دو گھنٹے طبِ قدیم اور طبِ جدید کے نظریوں، طریق علاج وغیرہ پر بحث کرتے رہے اور منضج، مسہل، تبرید، تکمید سے لے کر ریشۂ خطمی اور خمیرہ گاؤزباں تک کو لے ڈالا۔ حکیم نثار احمد نے جو کلکتہ کے مشہور طبیب ہیں اور اس اجتماع میں موجود تھے، خود مجھ سے بیان کیا کہ مولانا نے اپنی تقریر میں جو باتیں بیان فرمائیں وہ بڑے بڑے نامور طبیبوں کو بھی معلوم نہیں ہیں" (ابو الکلام آزاد مرتبہ عبداللہ بٹ)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اسی قسم کا ایک اور واقعہ بیان کیا گیا ہے کہ:

"ایک ڈاکٹر صاحب مولانا کو دیکھنے آئے اور گفتگو بعض ادویہ کے خواص، فن طب، طریق علاج وغیرہ کے متعلق چھڑ گئی۔ اس موقع پر مولانا نے جو کچھ فرمایا، ڈاکٹر صاحب کے لیے وہ معلومات بالکل نئی تھیں۔ مولانا کی باتیں سُن کر ڈاکٹر صاحب حیرت زدہ رہ گئے اور پوچھنے لگے، کیا آپ نے میڈیکل سائنس بھی پڑھی ہے؟ یہ معلومات آپ کو کہاں سے حاصل ہوئیں؟"

بلاشبہ اس کمال میں بڑا حصہ ان کے حیرت انگیز حافظے کا تھا لیکن صرف اتنا ہی نہ تھا کہ ایک مرتبہ مطالعے اور مشاہدے میں آئی ہوئی چیز ان کے حافظے میں ہمیشہ کے لیے محفوظ ہو جاتی تھی بلکہ ایک بہت بڑی خوبی یہ تھی کہ تمام معلومات میں ایک خاص ترتیب بھی ہوتی تھی۔ یہ خوبی ان کے ذہن کی تھی کہ مطالعے اور مشاہدے سے جو کچھ حاصل ہوتا ذہن میں غیر مرتب نہ رہتا تھا۔ ہر فن اور ہر موضوع سے متعلق معلومات میں سائنٹفک ترتیب ہوتی تھی۔ مختلف علوم و فنون کے متعلق تمام معلومات ایک ایسے مرکب کی صورت اختیار کر لیتی تھیں جس کے تمام اجزا الگ الگ بھی ہوتے تھے کسی مفرد کی اصل خاصیت بھی معدوم نہیں ہو جاتی تھی اور تمام اجزا و مفردات کے تناسب و ترتیب سے ایک ایسا مرکب وجود میں آتا تھا کہ اس کی اپنی مستقل تاثیر اور خاصیت ہوتی تھی۔

اللہ تعالیٰ نے انہیں فکر و نظر کے امراض کی تشخیص کا ملکہ ودیعت فرمایا تھا۔ وہ مریض کے لیے حالات و موسم اور مزاج و طبع کے مطابق ایسا نسخہ تجویز فرماتے جو تریاق کا حکم رکھتا۔ اس کے بعد ناممکن تھا کہ مریض ان کے کمالِ مسیحائی کا دم نہ بھرنے لگے۔

اگرچہ مولانا آزاد نے کبھی طبابت نہیں کی، لیکن انہوں نے اس فن کی معلومات سے بڑا کام لیا ہے۔

مولانا میں خوبی کی ایک بڑی بات یہ تھی کہ وہ حالات و مسائل کے کسی مرحلے میں کبھی جذباتی نہ ہوتے تھے۔ کسی واقعے کی محض ظاہری صورت پر رائے قائم نہ کر لیتے تھے ان کی نگاہیں مرض کی صرف ظاہری علامات میں الجھ کر نہیں رہ جاتی تھیں۔ ان کا ذہن مرض کے اسباب سے نتائج تک بیک وقت سوچتا اور کام کرتا تھا۔ علمی زندگی میں وہ پھوڑوں، پھنسیوں وغیرہ کے علاج کے لیے زنبک یا کسی مرہم کے استعمال کی بجائے "صافی" پلانے کے قائل تھے۔ ان کے نزدیک اہمیت پھوڑوں پھنسیوں کی نہیں "فسادِ خون" کی ہوتی ہے۔ وہ پوری توجہ تصفیۂ خون پر دیتے ہیں چاہے مریض کو سوزش و تکلیف چند دن مزید برداشت کرنی پڑے۔ حالات و مسائل کے بارے میں ان کا یہ انداز فکر اور مشکلات کے حل کے لیے ان کا یہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

طریقِ عمل نتیجہ تھا ان کی اس ذہنی تربیت کا جو طب کی تعلیم سے حاصل ہوئی تھی۔ آج ہمارا ذوق اس درجہ مختلف اور طب سے اتنا بعید پیدا ہو گیا ہے کہ ہم اس بات کا اندازہ نہیں لگا سکتے کہ طب کی تعلیم ہمیں، ایک فن کی حیثیت سے کیا دیتی ہے، اس کی تحصیل سے ہماری ذہنی تربیت میں کیا مدد ملتی ہے اور عملی زندگی پر اس کا کیا اثر پڑتا ہے۔ مولانا آزاد کے اندازِ فکر اور ان کی عملی زندگی کے نظم و ترتیب میں اس کی ایک جھلک دیکھی جا سکتی ہے۔

میں یہاں صرف ایک مثال پیش کروں گا جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مولانا کے ذہن پر طب کی تعلیم کی چھاپ کتنی گہری تھی اور اس نے ان کے ذہن کو نظم و ترتیب کے کس سانچے میں ڈھال دیا تھا۔ اس سے یہ اندازہ بھی ہوتا ہے کہ انہوں نے فنِ طب کی معلومات سے دینی خدمات کا کتنا بڑا کام لیا ہے۔ اپنی مشہور تصنیف "تذکرہ" میں ایک جگہ عارضہ شکوک و شبہات اور انکار و جحود کے ہمیشہ یکساں ظہور اور ہمیشہ اس کے ایک ہی علاج کی بحث آئی ہے۔ مولانا فرماتے ہیں:

"انسان کے عارضہ شک و شبہات .... کا اصلی سرچشمہ خود اس کی ضلالت فکر و نظر کی ایک طبیعت ثانیہ ہے جو انسان کی ہدایت اصلی و اوّلی کے بعد ہی اسباب مذکورہ قرآن و سنت کی بنا پر پیدا ہو گئی تھی اور جس طرح ظہورِ ہدایت و دعوت الی الیقین کا ظہور یکساں رہا ہے۔ ٹھیک ٹھیک اسی طرح اس طبیعت ثانیہ و عارضہ کا ظہور بھی ایک ہی صورت، ایک ہی رنگ روپ، ایک ہی لب و لہجہ بلکہ ایک ہی طرح کی آوازوں اور بولیوں میں ہمیشہ ہوتا رہا ہے۔ اس لیے قرآن نے جا بجا سلسلۂ ہدایت اور سلسلۂ انکار و ضلالت دونوں کو ایک ساتھ بیان کر کے واضح کیا ہے کہ جس طرح پہلے سلسلے کی ہر کڑی ہمیشہ ویسی ہی رہی، جیسی باقی کڑیاں تھیں، اسی طرح دوسرے سلسلے کی کڑیاں بھی ہمیشہ یکساں و ہم آہنگ رہیں۔ اگر ہمیشہ ملائکہ حقیقت و یقین کا پیام ایک ہی تھا، تو ابلیس شک و انکار کا جواب بھی ایک ہی رہا۔ شبہات و انکار کی گمراہی کا ظہور خارج سے نہیں ہوتا، بلکہ وہ ایک عارضہ طبیعت ہے۔ منجملہ عوارض اخروی سرشتی کے اور چونکہ طبیعت کی استعداد اکتسابِ عوارض میں یکساں اور غیر مبدل ہے۔ اس لیے نفسی عارضہ بھی اپنی کیفیت میں یکساں و غیر مبدل، اگرچہ کمیت میں بڑھتا گھٹتا جاری رہتا ہے۔"

© rasailojaraid:com

© rasailojaraid.com

مولانا نے اپنی تحریروں میں طب کی سینکڑوں مصطلحات استعمال کی ہیں اور ان سے تفہیم و تبلیغ —— مطالب و افکار اور دعوت و ارشاد کا کام لیا ہے۔ مولانا چاہتے ہیں کہ یہ حقیقت لوگوں کے ذہن نشین ہو اور معلوم ہو جائے کہ آج کا عارضہ شک و اضطراب ٹھیک انہی اسباب پر مبنی ہے جو اس ضلالتِ فکر و نظر کی طبیعتِ اولی میں تھے۔ اسی طرح نسخہ شفا بھی اس کے سوا دوسرا نہیں ہو سکتا، جو مرض کے ظہورِ اول میں دار الشفائے وحی و دار الصحتِ نبوت سے تجویز ہوا تھا۔ مولانا یہ حقیقت ذہن نشین کرنے کے لیے فرماتے ہیں :

"جسمانی بیماریوں کی مثال سامنے لاؤ تو مطلب زیادہ صاف ہو جائے گا۔ کیوں کہ سنت اللہ کارخانہ ہستی کی ہر شاخ کے لیے ایک ہی ہے۔ جس وقت سے انسان اور انسان کی اصلی و فطری تندرستی موجود ہے اس کے بعد ہی سے عارضی بیماری کا بھی وجود شروع ہو گیا ہے اور معلوم ہے کہ بیماریوں کے جزئیات میں برابر ترقی ہوتی گئی ہے۔ حتی کہ بعض بیماریوں کی نسبت انسان نے فیصلہ کیا کہ پہلے نہ تھیں، لیکن چونکہ یہ عارضۂ طبیعت ہے اور سبب اس کا اکتساب و انفعالِ طبیعت، زوالِ اعتدال، اختلاط و ضعفِ قوتِ دافعہ داخلیہ وغیر ذالک۔ اس لیے ایسا تو کبھی نہیں ہوا اور نہ ہو سکتا ہے کہ زمانے کے بدلنے سے بیماری بھی بدل گئی ہو اور مثلاً حمّیٰ دموی یا صفراوی بقراط کے عہد میں جس طرح ہوا کرتا تھا، بعد میں اس طرح کا نہ ہوتا ہو۔ بخار جب کبھی آئے گا ایسا ہی ہو گا جیسا ہمیشہ بیمارانِ بخار کو ہوا کرتا ہے۔ خواہ بقراط کا زمانہ ہو، خواہ شیخ الرئیس کا اور خواہ ہمارے عہد کے حاذق الملک[1] کا۔ اگر ایسا نہ ہو تو پھر علم طب کی ساری تحقیق بے کار ہو جاتے اور ہر نئے برس کے لیے نئے طب کی ضرورت ہو۔ تمام اطبائے مشرق نے اتفاق کہ مرض سفلس پہلے یہاں نہ تھا، یورپ سے آیا۔ اس لیے عربی میں اس کا نام داء الافرنج اور فارسی و ترکی میں "فرنگی" مشہور ہوا اور خود یورپ بھی کہتا ہے کہ یہ ہمارے یہاں نہ تھا۔ بعض جزائر سے آیا۔ مع ہذا اس کے اسباب و طریق تولید اور علاج

---

[1] اشارہ، حکیم محمد اجمل خاں مرحوم دہلوی کی جانب ہے۔ حکومت کی جانب سے انہیں حاذق الملک کا خطاب ملا تھا ۱۹۲۰ء میں تحریک ترک موالات کے زمانے میں حکومت کی اس عنایت سے اعلان دست برداری کر دیا۔ قوم نے انہیں مسیح الملک کے خطاب سے نوازا یہی خطاب مشہور بھی زیادہ ہوا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

میں کوئی بھی نئی بات پیش نہ آئی۔ وہی بات ہوئی جو پہلے سے "قانون" و "اسباب" میں پڑھی پڑھائی جا رہی ہے۔ سوائے احتراقی اور اس کی سمیّت محرقہ اور اسی لیے تعدیہ اور التہاب اس کا خاصہ علاج بھی وہی جو پہلے سے اس طرح کے سواد کا کیا جا رہا ہے یعنی تنقیہ داخلی اور قواطع سمیّات اور تصفیۂ خون اور بس۔ جراثیم خوردبینی کا نظریہ (جو اب فی الحقیقت مشاہدہ و استقرا تک پہنچ چکا ہے) اطبائے مشرق کے لیے گو نیا سمجھا جائے لیکن عرفائے مشرق کے لیے نیا نہیں۔ اور پھر جو کچھ بھی ہو، اس سے نفس مرض و علاج پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ ظروف و وسائل پر پڑے تو پڑے۔ اسی طرح اگر چیچک کی طرح امراض خبیثہ و سمیّہ کے لیے بھی ٹیکے کی ایجاد میں کامیابی ہو جائے (جس کا تجربہ شاید امریکہ میں قریب تکمیل ہے) جب بھی اصول و قواعد پر اثر نہیں پڑتا۔

اور یہاں یہ نکتہ بھی پیش نظر رہے کہ انسانی معلومات کے عدم سے حقیقت معدوم نہیں ہو سکتی مثلاً کسی دوا کا خاصہ ابوبکر رازی و ابن بیطار سے پہلے لوگوں کو معلوم نہ تھا تو اس کے یہ معنی نہیں کہ دنیا میں اس سے پہلے وہ دوا موجود بھی نہ تھی۔ کونین ہمیشہ سے موجود، اور جب سے موجود اسی وقت سے دافع تپ، یہ دوسری بات ہے کہ اس کا خاصہ تمہیں کل معلوم ہوا۔" (تذکرہ)

مولانا نے جسمانی بیماریوں کی مثال دے کر امراض معنویہ از قبیل شکوک و شبہات و انکار وجود کے ہمیشہ سے یکساں ظہور اور ہمیشہ سے یکساں علاج کے فلسفے کی جانب جو توجہ دلائی ہے اور ہمیشہ سے اسی ایک دار الشفائے روحانی کی طرف جو رہنمائی کی ہے اور اس مثال سے اس میں جو اثر آفرینی پیدا ہو گئی ہے وہ کسی اور طرح نہ تھا۔

اسی طرح ایک حدیث کی شرح میں، جس میں آیا ہے کہ نیکی اور اچھائی کی حقیقت اور پہچان پوچھتے ہو، سو پہچان اس کی یہ ہے کہ اِسْتَفْتِ قَلْبَكَ اپنے ضمیر سے فتویٰ طلب کرو۔ نیکی وہ کام ہے جس پر قلب کو اطمینان اور خوشی حاصل ہو۔ مولانا یہ بتانا چاہتے ہیں کہ یہاں قلب سے مراد کونسا قلب مراد ہے؟ فرماتے ہیں:

"البتہ یہ یاد رہے کہ اس حدیث میں "قلب" کا لفظ آیا ہے تو اس سے مقصود

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

قلب سلیم ہے نہ سقیم و مریض"۔

اگرچہ اس بیان کی صحت محتاج دلیل نہیں اس لیے کہ یہ تشریح تمام تر قرآن حکیم اور دیگر احادیث سے ماخوذ و مستخرج ہے لیکن مولانا اسے مزید موثر بنانے کے لیے ایک طبی اصول و مسلمہ سے استدلال کرتے ہیں۔ اس مثال سے یہ نکتہ دل پر کالنقش فی الحجر ہو جاتا ہے۔ مولانا فرماتے ہیں:

"کیوں کہ ذائقے کے باب میں تندرست آدمی کا ذائقہ معتبر ہوگا نہ کہ بیمار کا، رات بھر کے تپ صفراوی نے جس کی زبان کے ذوقِ اصلی پر قبضہ کر لیا ہو وہ تو شہد کو چکھ کر منہ بناتے گا کہ کڑوا ہے۔ اس کا ذوق، معیار حلاوت و تلخی نہیں ہو سکتا"۔

ایک اور مقام پر مولانا یہ بتانا چاہتے ہیں کہ دنیا کا اصلی مرض یقین و بصیرت سے اس کی محرومی ہے اور اس کا علاج اس کے پاس ہوگا جس کا ظہور ہی کرۂ ارضی پر اس لیے ہوا تاکہ وہ علم و نور سے دنیا کو بھر دے نہ کہ ان نام نہاد علوم میں جن کا ماحصل خود ظلمتِ ظن و شک سے زیادہ نہیں۔ جو خود مبتلا ئے شک و ریب ہوں وہ مریضانِ یقین و اعتقاد کے لیے کیوں کر نسخۂ شفا ہو سکتے ہیں۔ اس حقیقت کو ذہن نشین کرنے کے لیے مولانا نے طبی اصول و مسلمات اور مصطلحات سے کام لیا ہے۔ فرماتے ہیں:

"مرض کا ازالہ دوا سے ہو سکتا ہے نہ کہ خود تولید مرض سے۔ اگر دنیا کا اصلی مرض یقین اور بصیرت سے محرومی ہے اور شک و گمان کی ہلاکت، تو اس کا علاج وہ کیوں کر سکتے ہیں، جن کا خود اعلان یہ ہے کہ ہمارا منتہائے فکر و ادراک اس سے زیادہ نہیں کہ لا ادری ولا اعلم" ہم نہیں جانتے اور نہیں کہہ سکتے کہ کیا ہے اور کس لیے ہے؟ .... اس کا علاج اور نسخہ شفاء لما فی الصدور تو صرف اعلم الخلائق اور اعرف العباد کے دار الشفائے وحی میں مل سکتا ہے جو شک کی جگہ یقین، ظلمت کی جگہ نور، عدم علم کی جگہ علم و بصیرت ...... کا دعوٰی اور اعلان کر رہا ہو"۔

مولانا کی تحریروں میں اس قسم کی سینکڑوں مثالیں ملتی ہیں۔ جن میں انہوں نے کوئی بات سمجھانے یا کسی نکتے کی وضاحت کرنے کے لیے فنِ طب کی معلومات اور اس کی مصطلحات سے کام لیا ہے۔ "تذکرہ" میں جہاں شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رح کا تذکرہ آیا ہے اور سیرت نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام پر بحث آئی ہے اس کی سطر سطر میں مولانا نے اس فن کی مصطلحات اور اس کے اصول و مسلمات سے کام لیا ہے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پچھلے صفحات میں ہم نے اشارہ کیا تھا کہ مولانا نے اپنی تحریروں میں طب کی سینکڑوں مصطلحات استعمال کی ہیں۔ اس کا اندازہ محولہ بالا اقتباسات سے لگایا جا سکتا ہے۔ ان کے ایک ایک جملے میں انہوں نے کئی کئی اصطلاحات اس طرح استعمال کی ہیں گویا انگوٹھی میں مختلف الاطراف نگینہ ہو۔ جس کے ہر پہلو میں ایک نیا عالم رنگ و نور نظر آتا ہے۔ پہلے دو اقتباسوں کے مندرجہ ذیل تجزیے پر نظر ڈالیے اور چمن زار کی اس کیفیت سے بہار چمن کی دل ربائیوں اور نزہت بخشیوں کا اندازہ لگائیے یہ وہ اسماء و مصطلحات ہیں جو اس ایک اقتباس میں آئی ہیں:

اطبائے قدیم و جدید:

شیخ الرئیس بو علی سینا، بقراط، حاذق الملک (حکیم اجمل خاں دہلوی) ابوبکر رازی، ابن بیطار۔

کتب فن:

قانون (از بو علی سینا) الاسباب والعلامات (از علامہ نجیب الدین سمرقندی)

امراض:

حمی دموی، حمی صفراوی، بخار، تپ، سنفلس، داء الافرنج، فرنگی، سودائے احتراقی، چیچک، امراض خبیثہ دمیہ۔

چند دیگر اصطلاحات:

تولید مرض۔ اسباب تولید، طرق تولید، سمیت، محرقہ، تعدیہ، تصفیہ، التہاب، تنقیہ داخلی، تصفیۂ خون، قواطع سمیات، دافع تپ، خاصہ، نظریہ جراثیم خوردبینی وغیرہ۔

مولانا آزاد کا ایک جملہ ہے:

"چونکہ یہ عارضہ طبیعت ہے اور سبب اس کا اکتساب و انفعالِ طبیعت ہے۔ زوالِ اعتدال اخلاط و ضعف قوت دافعہ داخلیہ وغیر ذالک۔"

اس جملے پر غور فرمائیے اس کا ہر لفظ طب کی کوئی اصطلاح ہے اور ہر مفرد و مرکب فن کی کسی خاص صورت و معنی کی طرف اشارہ کر رہا ہے خواہ فن سے بیگانگی کی وجہ سے ہم اس سے لطف اندوز نہ ہو سکیں

بھاولنگر میں ترجمان الحدیث کا تازہ پرچہ ملنے کا پتہ
جناب محمد زبیر صاحب بھٹی معرفت رزاق حیات اینڈ کو۔ کریانہ بازار مرچنٹس، ریل بازار بھاولنگر

© rasailojaraid.com